اسلام کا نظریہ مال و ملکیت اور جدید اسلامی مالیاتی نظام میں شرکت متناقصہ کا کردار

**Ideology of Ownership & Wealth in Islam Role & Importance of Diminishing Musharaka in modern Islamic fiscal system**

محمد یحییٰ عاصم[[1]](#footnote-1)\*

***Abstract:***

*Islamic banking system has many modes of financing in which the Concept of Diminishing Musharaka is very important and viable option to finance, in this article I tried to explore the concept of the product and it's usage in current Islamic banking system. The Concept of Diminishing Musharaka is as follows :*

*Diminishing Musharakah is a form of partnership, which ends with the complete ownership of a partner who purchases the share of another partner in that project by a redeeming mechanism agreed between both of them. Diminishing Musharakah is used mostly when one party who wants to own an asset or a commercial business which does not have adequate funds to pay the full price; and takes the assistance of financing from another party. The share of the financier is divided into a number of units and it is understood that the client will purchase the units of the share of the financier one by one periodically, thus increasing his own share till all the units of the financier are purchased by the client so as to make him the sole owner of the asset. In this kind of partnership, all partners are co-owners of each and every part of the joint property or asset on a pro-rata basis and one partner cannot make a claim to a specific part of the property or asset leaving the other parts for other partners.*

*Diminishing Musharakah can be conducted through shirkah al-aqd; in that case, the ratio of profit distribution for each partner can be disproportionate to the ratio of equity of both parties and has to be stipulated at the time of execution of the contract. In case of loss, it should be necessarily allocated in accordance with the ratio of equity at the time when the loss was incurred. The lessee partner can promise to buy periodically the share of the financer partner according to the market value or at a price to be agreed at the time of the sale. The price of share units cannot be fixed in the promise to sell.*

*Diminishing Musharakah can also be conducted through shirkah al-milk, the ratio of profit distribution doesn’t need to be stipulated in the arrangement. Each partner will own the risk as well as the reward in proportionate to their individual share in the property or asset. The financing partner can lease its share to the other party and receive a rental for use of the leased part. The other party goes on paying the rental and purchasing the share of the financier partner in the form of ownership units, the rental payments will go on decreasing. He will also get the benefit of having the use of his part without paying any rent. One partner cannot purchase the ownership units representing the share of the co-partner at a pre-agreed price the product can be used for purchase of House, construction and renovation alongside it could be used for purchase of vehicle,  machinery and plant as well.*

***Key words****: Musharakah, shirkah al-milk, machinery, shirkah al-aqd*

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام ایک مکمل اور جامع نظام حیات اور ضابطہ زندگی کیلئے عطاء فرمایا ہے جس میں عقائد وعبادات سمیت معاملات، معاشرت اور اخلاق کی ایسی مکمل عملی تعلیم موجود ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہر ماحول و ہر دور میں مکمل راہنمائی کرنے والی ہے،کسی بھی انسان کے جو معاملات اس کی اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں ان میں آپس کا لین دین، خرید وفروخت اور باہمی تجارت انتہائی اہمیت کے حامل معاملات ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بڑی اہمیت اور تفصیل کے ساتھ ان کو بیان کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسان کی معاشی واقتصادی سرگرمیوں کو ایسے مکمل طور پر بیان فرمایا ہے کہ کسی قسم کا کوئی ابہام اس حوالہ سے باقی نہ رہے تاکہ مسلمان ان اسلامی تعلیمات اور اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی انفرادی واجتماعی زندگی کے اعتبار سے معاشی سرگرمیاں انجام دے سکیں، چونکہ زمانہ موجودہ میں سودی نظام نے پوری دنیا پر جو اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اس سے چھٹکارہ پانے کے لئے اسلام ایسے مالیاتی نظام کے بنیادی خد و خال پیش کرتا ہے جو کہ نہ صرف مارکیٹ پر اجارہ داری کا تصور ختم کرے بلکہ مسابقت کا صحت مند ماحول پیدا کرے،طلب و رسد میں توازن قائم کرے، نیز معاشرے میں انسانی فطرت سے ہم آہنگ اور مفید مالیاتی سرگرمیوں پر قدغن نہ لگائے۔ اور اس مقصد کے لئے قرآن و سنت اور اجماع و قیاس (شریعہ کے بنیادی مآخذ) کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کی تعلیمات کو روبہ عمل لایا جائے، تاکہ عصر حاضر کے مالیاتی نظام کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں معاونت مل سکے۔ نیز یہ موضوع اپنی خصوصیت کی وجہ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسلام کسی عملی نظام کو پیش کرنے کیلئے دنیا میں نہیں آیابلکہ اسلام ایسے بنیادی اصول وضوابط بیان کر دیتا ہے کہ جن کو کسی بھی عملی نظام کا حصہ بنا کر اسلام کے نظام کے طور پر متعارف کرایا جاسکتا ہے چنانچہ اگر معاشی نظام کے حوالہ سے گفتگو کی جائے تو اسلام نے اپنا کوئی معاشی نظام نہیں دیا بلکہ چند بنیادی اصول بیان کردئے جن کی روشنی میں اسلام کا معاشی نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔

اس حوالہ سے اسلام بنیادی طور پر یہ تین اصول بیان کرتا ہے:

(۱)…… خدائی پابندیاں، جس میں حلال و حرام کے تمام احکام داخل ہوتے ہیں۔د

(۲)……ریاستی پابندیاں، جس میں کسی بھی مملکت کے قوانین شامل ہوتے ہیں۔

(۳)…… اخلاقی پابندیاں، جس کے تحت اس نظام کی اخلاقیات بیان کی جاتی ہیں جو اس معاملہ کو افضل اورغیر افضل میں تقسیم کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

یا أیھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم[[2]](#endnote-1)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ان کی بھی۔

درحقیقت یہی وہ تینوں اصول ہیں جو فقہ اسلامی کی اساس ہیں اور فقہ اسلامی قرآن کریم (وحی متلو) اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم(وحی غیر متلو) سے ہی منقول ومستنبط ہے اور اپنی ایک جانب نور الٰہی سے منور ہے جبکہ دوسری جانب فقہاء کرام کی دقّت نظر کا حامل ہے۔ عالم اسلام کی تاریخ میں صدیوں تک یہی فقہ اسلامی ایک عملی اور نافذ قانون کی حیثیت میں رائج رہا ہے۔ موضوع سے متعلق تفصیلات میں جانے کے لئے پہلے اسلام میں مال اور ملکیت کے تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔

اسلام کا فلسفہ مال وملکیت

اسلام کا فلسفہ مال وملکیت سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ معیشت وتجارت کا دار ومدار مال وملکیت کے تصورات پر ہے، مال اور ملکیت کے بارے میں جو تصورات ہوں گے، انہی کی بنیاد پر قانون تشکیل دیا جائے گا، انہی کی بنیاد پر لین دین کے احکام مرتب ہوں گیاورقانون کی تفصیلات بھی اسی کے مطابق طے ہوں گی۔

اس لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اسلام میں مال اور ملکیت کے احکام اور تصورات کے بارے میں وہ تمام تفصیلات ہمارے سامنے رہیں جو قرآن کریم اور سنت میں بیان ہوئی ہیں اور جن کو سامنے رکھ کر فقہائے اسلام نے ان کے تفصیلی احکام مرتب کئے ہیں۔

مال اور ملکیت اسلام کے اقتصادی نظام پر گفتگو کے لئے اساسی حیثیت رکھتے ہیں ان کے بغیر اسلام کے اقتصادی نظام اور خاص طور پر نظام بینکاری پر بحث نہیں کی جاسکتی، چونکہ اسلام میں مال و ملکیت کی خاص اہمیت ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مقاصد شریعت کے اسباب میں مال بھی داخل ہے قرآن کریم نے جابجا اس کا ذکر فرمایا ہے احادیث طیبہ میں اس کی بہت سی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا حقیقی مالک ہے، کائنات میں جو کچھ ہے اس کا خالق اور مالک حقیقی ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ ایک قانونی تصور ہے جس کے بہت سے اہم تضمنات ہیں جب اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کا مالک ہے جو روئے زمین پر یا روئے زمین سے باہر پائی جاتی ہیں تو پھر انسان کی حیثیت کیا ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ انسان قرآن مجیدکی رو سے اللہ تعالیٰ کی ان تمام مملوکات میں اس کا جانشین ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں صراحتاً ارشاد ہے:

”وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ“[[3]](#endnote-2)

ترجمہ:اور جس مال میں اللہ نے تمہیں قائم مقام بنایا ہے اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔

یہ جانشینی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اُس کے اعلیٰ مقام اور مرتبہ کی بنیاد پر عطا فرمائی ہے چنانچہ جب انسان اس روئے زمین پر محدود دائرہ کار میں نائب کی ذمہ داری انجام دے رہا ہے تو یہ ذمہ داری ان حدود اور قواعد کے مطابق ہونی چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کیے ہیں۔

اسلام میں انفرادی واجتماعی زندگی میں مال کی خاص اہمیت ہے اور دنیا وآخرت میں اسکا ایک خاص اثر ہے۔

اسلام چونکہ مال کو ایک خاص نظر سے دیکھتا ہے اس لئے کہ دنیا وآخرت کے مقاصد شریعہ کو متحقق کرنے کے لئے مال ہی ایک اہم وسیلہ و اثر ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ کسی بھی انسان کیلئے اپنی مادی زندگی کی بقاء مال کے بغیر ممکن نہیں ہے انسان کا کھانا، پینا، لباس پوشاک، گھر اور دیگر ضروریات اسی پر منحصر ہیں اور یہی مال ہے جس کو وہ زکوۃ، صدقات اور مصارف خیر میں استعمال کرسکتا ہے۔

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ۔۔۔۔۔ وتواصو بالمرحمۃ۔[[4]](#endnote-3)

ترجمہ: پھراس گھاٹی میں داخل نہیں ہوسکا، اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن غلامی سے چھڑا دینا ہے، یا پھر کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلا دینا کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی مسکین جو مٹی میں رُل رہا ہو پھر ان لوگوں میں بھی شامل نہ ہوا جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تاکید کی ہے اور ایک دوسرے کو رحم کھانے کی تاکید کی ہے۔

قرآن کریم نے بھی مال کو انسان کی زندگی کیلئے قوام قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:

ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما۔[[5]](#endnote-4)

ترجمہ: اور ناسمجھ یتیموں کو اپنے وہ مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی کا سرمایہ بنایا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے مال کو خیر بھی کہا فضل بھی فرمایا، متاع اور حسنہ سے بھی تعبیر فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ مال انسان کیلئے اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی شریا نا پسندیدہ شیء نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی بہت سی آیات مذکورہ دونوں باتوں پر شاہد ہیں:

و یمدد کم باموال و بنین۔[[6]](#endnote-5) ترجمہ: اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا۔

وانہ لحب الخیر لشدید۔[[7]](#endnote-6) ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔

اسلام کی نظر میں مال کی اس اہمیت کے پیش نظر قرآن وحدیث میں مال کی حفاظت کے سلسلہ میں بہت سی ہدایات وتعلیمات بیان کی گئی ہیں۔

اسی طرح حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اضاعت مال سے منع فرمایا ہے، نیز قرآن کریم کی سب سے طویل آیت جس کو آیت مدَاینہ کہا جاتا ہے وہ اسی مال کی حفاظت اور اضاعتِ مال سے بچانے کے حکم سے متعلق ہے۔

ساتھ ساتھ اسلام نے مال کی اس قدرومنزلت کی وجہ سے اس کے فتنہ میں مبتلاء ہونے اور اسکی وجہ سے سرکشی اختیار کرنے سے بھی ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا:

إنما اموالکم واولادکم فتنۃ [[8]](#endnote-7) ترجمہ: تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ[[9]](#endnote-8)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں۔

ان تمہیدی باتوں کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ درحقیقت مال کا ایک ربط اللہ تعالیٰ اور ایمان کے ساتھ ہے اور دوسرا ربط اخلاقیات وقیامیت کے ساتھ بھی ہے۔

چنانچہ پہلے ربط کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ اس مال کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت، ذکر، شکر، رحمت کی امید اور اس کی سزا کے ڈر سے بہرہ مند ہو اور اسی پر کامل بھروسہ رکھے اور دوسرے ربط کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ کی معاشی سرگرمیاں ہوائے نفسانی کے تابع نہ ہوں اور انسان صرف منفعت ہی کے پیچھے نہ دوڑے بلکہ اخلاقی تعلیمات ملحوظ خاطر رہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مال کے مالک حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں اور انسان صرف اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے

وآتوھم من مال اللہ الذی آتاکم [[10]](#endnote-9)

ترجمہ: اور مسلمانو!اللہ نے تمہیں جو مال دے رکھا ہے اس میں سے غلام باندیوں کو بھی دیا کرو۔

تو مال کے حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہیں بندہ ان کا نائب اور مستخلف فیہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مال سے متعلق کچھ اوامر ونواہی بندہ کو عطا فرمائے ہیں مثلاً بندہ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے حقوق واجبہ زکوۃ صدقات وغیرہ ادا کرے حلال طریقہ سے مال حاصل کرے غیر شرعی طریقہ سے مال میں اضافہ نہ کرے اور کسی حق کی ادائیگی میں بخل سے کام نہ لے اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور میں استعمال نہ کرے اسی طرح خرچ کے بارے میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے وغیرہ۔

یہ مال اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بھی ممدّ ومعاون ہے، چنانچہ مسلمان صدقات عادیہ وجاریہ اسی مال کے ذریعہ کرسکتا ہے مشروعات خیر میں استعمال اسی سے ممکن ہے حج وعمرہ کی ادائیگی،مساکین اور مسافروں کی دیکھ بھال انسانیت کی فلاح وبہبود سب اسی مال کے ذریعہ ممکن ہوسکتی ہیں۔

اسی نظریہ مال میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسلام نے مال کے بارے میں مختلف جوانب کی رعایت رکھی ہے چنانچہ ایک رعایت یہ ملحوظ رکھی ہے کہ جو چیز ممنوع یا حرام ہے جیسے شراب، منشیات یا جو لوگوں کو نقصان پہنچانے والی ہے جیسے تمباکو نوشی وغیرہ اسے تیار کرکے مال حاصل کرنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

نیز غیر شرعی فنون لطیفہ، ڈرامے جو فحاشی، بے حیائی اور بے ہودگی پھیلانے کا ذریعہ ہیں اس کو بھی مال حاصل کرنے کا سبب نہیں بنایا جاسکتا اور بالکل اسی طرح کے مواد کی تیاری، مارکیٹنگ اور خریدوفروخت بھی شرعا قابل قبول نہیں ہے۔یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شریعت کی نظر میں مال فی نفسہٖ مقصود نہیں ہے، بلکہ بہت سے مقاصد کے حصول کا محض ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے، جس طرح تمام چیزوں کا خالق اورمالک اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ان زر وجواہر (مال ودولت)کے ذخائر کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین میں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اجازت دی ہے کہ وہ اللہ کی شریعت اور قواعد کے مطابق مال ودولت کو حاصل کرے، لہٰذا مال ودولت کے حصول کے وہی ذرائع جائز ہوں گے جو اللہ کی شریعت نے بیان کیے ہیں، اگر شریعت کے منظور کردہ وسائل اور طریقوں سے ہٹ کر مال ودولت کا حصول کیا جائے گا تو ایسا کرنا ناجائز ہوگا، جس طرح مال ودولت کا حصول شریعت کے مطابق ہونا چاہیے، اسی طرح مال ودولت کا استعمال بھی شریعت کی حدود کے مطابق اور جائز طریقے سے ہونا چاہیے۔

مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کا منشا یہ ہے کہ مال ودولت معاشرے کے پورے طبقوں میں پھیلے کسی ایک طبقے تک محدود نہ ہو، کسی ایک طبقے کی اس پر اجارہ داری نہ ہو، شریعت نے بہت سے احکام اسی غرض کی تکمیل کے لیے دیے ہیں لہذا ہر وہ طریقہ کار، ہر وہ پالیسی، ہر وہ قانون، ہر وہ فیصلہ شریعت کے مطابق نہیں ہوگا، بلکہ شریعت سے متعارض ہوگا جس کا نتیجہ مال ودولت کے ارتکاز کی صورت نکلتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کی محبت انسانوں کے دل میں رکھ دی ہے یہ ایک فطری جذبہ یا فطری داعیہ ہے، شریعت اس کو ختم نہیں کرنا چاہتی جو دواعی اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر رکھے ہیں وہ مادی ہوں، جسمانی ہوں، حیوانی ہوں، مال ودولت کے تقاضے سے متعلق ہوں، وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہیں، ان کو سرے سے ختم کردینے یا بالکل ہٹا دینے کا اللہ نے حکم نہیں دیا، اگر یہ دواعی شریعت اور اخلاق کی حدود کے اندر ہیں تو بہت مفید اور نہایت مثبت نعمتیں ہیں، لیکن اگر انسان اپنے مادی محرکات، شہوات اور ذاتی مفاد کی وجہ سے انہی کو سب کچھ سمجھ لے اور ان چیزوں کی محبت کو دوسرے اہم تر مقاصد پر حاوی کردے تو یہ شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

مال ودولت کو اللہ تعالیٰ نے خیر بھی کہا ہے، فضل بھی کہا ہے، متاع اور حسنہ بھی کہا ہے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مال ودولت کی اہمیت شریعت کی نظر میں کیا ہے، پھر یہ مال ودولت پوری زندگی کے لیے قیام کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح فرد کی زندگی کا دارومدار صحت مندخون پر ہے اسی طرح اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا دارمدار مال ودولت کے حصول پر ہے۔

مال ہی ان تمام شرعی ذمہ داریوں کی بنیاد ہے جن کا تعلق مالی معاملات سے ہے، فقہائے اسلام نے لکھا ہے کہ ”المال مناط التکالیف المالیہ“ اللہ تعالیٰ نے بہت سی شرعی ذمہ داریاں انسان پر عائد کی ہیں، ان میں بعض جسمانی ہیں جیسے نماز، بعض مالی ہی جیسے زکوٰۃ، بعض میں دونوں پہلو ہیں جیسے حج۔ اس لیے شریعت کے ان تمام مالی احکام پر عمل درآمد اسی وقت ہوسکتا ہے جب مال موجود ہو، زکوٰۃ انسان اسی وقت ادا کرے گا جب اس کے پاس بقدر نصاب مال موجود ہو، صدقہ فطر انسان اسی وقت ادا کرے گا جب اس کی شرائط موجود ہوں، نفقات واجبہ، کفارات، یہ سب وجود مال سے مشروط ہیں، صدقات واجبہ کے باب میں انسان اس بات کا پابند ہے کہ اپنی سطح اور اپنے معیار کے مطابق اپنے اہل خاندان کو اخراجات فراہم کرے۔

مال سے کیا مراد ہے؟ مال میں کیا کیا چیزیں شامل ہیں؟ مال کی کتنی قسمیں ہیں؟ یہ سوالات فقہ وقانون کے اہم سوالات ہیں، مال کی تعریف میں فقہائے اسلام نے بہت سی بحثیں کی ہیں، مال کی وضاحت اور تعریف کرتے ہوئے فقہائے اسلام نے خالص قانونی انداز کی تعریف بھی کی ہے، معاشرتی انداز کی تعریف بھی کی ہے، اخلاقیات کے نقطہ نظر سے بھی مال کو دیکھا ہے۔ معاشیات کے نقطہ نظر سے بھی مال کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مال کی ان تمام تعریفات میں لفظ مال کی لغوی تشریح کو فقہائے اسلام نے عموماً نظر انداز نہیں کیا، مال کا لفظ عربی زبان کے معروف لفظ میل سے نکالا ہے، مال، یمیل کے معنی ہیں:مائل ہونا، میل رکھنا، مثلاً کسی شخص کا ذاتی میلان کسی چیز کی طرف ہو تو اس کو لغوی اعتبار سے مال کہا جاسکتا ہے جس چیز کی طرف سب سے زیادہ میلان ہو وہ مال ہی ہوتا ہے اسلئے مال کا لفظ میلان کے لفظ سے نکلا ہے ہر وہ چیز جس کی طرف انسان طبعی طور پر میلان رکھتا ہو اس سے جائز طور پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو عام حالات میں وہ چیز انسان کے لئے جائز منفعت کا ذریعہ اور مأخذ ہو اس کو مال کہا جاتا ہے۔

امام شاطبی نے لکھا ہے کہ مال کے مال ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بازار میں اس کی کوئی نہ کوئی قیمت ہو، جس قیمت میں وہ فروخت ہوجاتا ہو یا اس کو خریدا جاسکتا ہو چاہے وہ قیمت کتنی ہی کم ہو لیکن اگر کوئی شخص اس کو ضائع کردے تو اس پر اس کا تاوان ڈالا جائے، آج کل ماہرین معاشیات زر کی جو تعریف کرتے ہیں اس میں اس کے Store Of Valueہونے کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ اس میں صلاحیت پائی جاتی ہو کہ اس کی مالیت کو ضرورت کے وقت تک کے لئے محفوظ رکھا جاسکتا ہو، یہ تصور فقہائے اسلام کے یہاں موجود ہے۔ فقہائے اسلام نے کہا ہے، یہ علامہ ابن عابدین کے الفاظ ہیں کہ

”والمال ما یمیل الیہ الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجۃ“

ترجمہ: مال میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کی طرف انسان فطری طور پر میلان رکھتا ہو اور جن کو ضرورت کے وقت کے لئے ذخیرہ کر کے رکھا جاسکے۔

جب کسی چیز کو بہت سے لوگ یا کچھ لوگ مال سمجھنے لگیں اور مال سمجھ کر اس کو حاصل کرنے کی تگ ودو کریں، اس کے ذریعہ تمول حاصل کرنا چاہیں تو اس کی مالیت یعنی مال ہونا ثابت ہوجاتا ہے اس کا مال ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

مال کی قانونی تعریف کے بارے میں فقہائے احناف اور فقہائے غیر احناف کے درمیان تھوڑا سا فرق رہا ہے۔ فقہاء شافعی، مالکی اور حنبلی اسی طرح بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک مال سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی کوئی مادی قیمت عامۃ الناس کے درمیان سمجھی جاتی ہواور شرعاً اس سے انتفاع جائز ہوچاہے خود اس کا اپنا وجودمادی طور پر الگ سے متمیز ہویا نہ ہو، چنانچہ منافع یعنی کسی چیز کے فوائد یا مجرد حقوق جیسے حق تصنیف، حق ایجاد وغیرہ یہ تمام فقہاء کے نزدیک مال ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک ان کی ایک مادی قیمت ہے اس مادی قیمت کو کسی دوسرے مال کے معاوضے میں ایک کی ملکیت سے دوسرے کی ملکیت میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔

اس کے مقابلے میں فقہائے احناف کاکہنا ہے کہ مال وہی ہوسکتا ہے جو اپنا خود مادی وجود بھی رکھتاہو، محض کوئی مجرد چیز نہ ہو اس لئے فقہائے احناف کے نزدیک روایتی طور پر منافع اور حقوق کو مال نہیں سمجھا جاتا تھا، کوئی شخص اپنے حقوق کو فروخت نہیں کرسکتا اس لئے کہ حقوق کوئی ایسی حسّی یعنیTangibleچیز نہیں ہے جس کی ملکیت اور قبضہ ایک شخص سے دوسرے شخص کو منتقل کیا جاسکے۔

لیکن آج کل فقہاء کا عام طور پر رجحان یہی ہے کہ جمہور کی رائے کو اختیار کیا جائے اور منافع اور حقوق کو بھی مال سمجھا جائے اس لئے کہ آج کل حقوق کی اتنی قسمیں رائج ہوگئی ہیں اور ان کی خرید وفروخت اس طرح وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے کہ اس کو ختم کرنا بہت مشکل بھی ہے اور اگر ختم کر بھی دیا جائے تو اس کے نتیجے میں بعض ایسے مسائل پیدا ہوں گے جن کا حل بہت دشوار ثابت ہوگا اس لئے آج کل کے اہل علم نے عام طور پر غیر حنفی علماء کی رائے کو ہی اختیار کیا ہے چنانچہ کاپی رائٹ اور ا س طرح کے جو دوسرے حقوق ہیں اب دنیائے اسلام میں ہر جگہ کو مال تصور کیا جانے لگا ہے، جتنے بھی بین الاقوامی اسلامی ادارے ہیں، وہ مجمع الفقہ الاسلامی ہو یا اجتماعی فیصلے کے دوسرے ادارے ہوں، ان سب کا رجحان اور فیصلہ یہی ہے کہ منافع کو بھی مال سمجھا جائے اور ان کی خرید وفروخت جائز سمجھی جائے، چنانچہ ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھانا شریعت کی نظر میں جائز ہو وہ مال ہے یہ تعریف بقیہ فقہاء کی، خاص طور پر فقہائے حنابلہ کی وضع کردہ ہے۔

ائمہ احناف سے جتنی تعریفات منقول ہیں ان سب تعریفات میں مادی اشیاء پر زور دیا گیا ہے اور ان کو بطور مثال مال کی تعریف میں شامل کیا گیا ہے۔ مثلا سامان تجارت، نقد، زرو جواہر، زمین، جائیداد، سونا چاندی، گندم، غلہ، کپڑا وغیرہ یہ وہ مثالیں ہیں جو ائمہ احناف نے مال کی تعریف میں بیان کی ہیں۔

شریعت نے مال کے بارے میں بہت سے احکامات بھی دئیے ہیں یہ احکام قانونی نوعیت کے بھی ہیں اور اخلاقی نوعیت کے بھی ہیں بعض احکام ایسے ہیں کہ ان کا ایک پہلو یا ایک سطح قانونی طور پر واجب التعمیل یا واجب التنفیذ ہے، دوسرا پہلوا یا دوسری سطح اخلاقی طور پر انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس پر عمل در آمد کریں مثال کے طور پر شریعت نے حکم دیا ہے کہ مال کی حفاظت کرو، مال کو ضائع نہ کرو۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صحیح بخاری، صحیح مسلم دونوں میں یہ حدیث آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو چیزیں ناپسند کی ہیں ان میں سے اضاعۃ المال یعنی مال کو ضائع کرنا بھی ہے۔

مال کو ضائع کرنے کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں بعض اوقات انسان وسائل کی کثرت اور مال ودولت کی بہتات کی وجہ سے مال کو ضائع کردیتا ہے اور اس کو احساس نہیں ہوتا، مثلاًبعض لوگ پرانے کپڑے ضائع کردیتے ہیں۔ بچا ہوا کھانا پھینک دیتے ہیں۔ جو اشیاء ضرورت سے زائد ہوں ان کو نظر انداز کرکے پھینک دیتے ہیں۔ یہ سب اضاعت مال کی مختلف صورتیں ہیں اگر کوئی چیز آپ کے استعمال میں نہیں ہے تو آپ اسے کسی ایسے شخص کو دے دیں جو ضرورت مند ہو، دنیا میں ضرورت مندوں کی کمی نہیں ہے یہ محض اہتمام اور خیال رکھنے کی بات ہے۔

دوسری طرف شریعت نے مال کی حفاظت کا حکم دیا ہے، بلکہ حفاظت مال کو تمام فقہائے اسلام نے بالاتفاق شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد میں سے ایک قرار دیا ہے آپ اپنے زیر انتظام اور زیر تصرف مال کی حفاظت کرنے کے اس لئے بھی پابند ہیں کہ آپ اس کے امین ہیں، آپ اصل مالک کے جانشین ہیں۔ اصل مالک ذات باری تعالیٰ ہے اور آپ اس کے نائب ہیں۔ اگر کوئی شخص آپ کو اپنی جائیداد کا متولی مقرر کردے اور آپ اس کی حفاظت نہ کریں تو آپ کو ایک نالائق متولی اور ایک نا اہل منصرم قرار دیا جائے گا اور آپ کو جائیداد کی تولید کے منصب سے الگ کردیا جائے گا، اس لئے مال کی حفاظت بھی ضروری ہے اور مال کو ضائع ہونے سے بچانا بھی ضروری ہے، ضائع ہونے سے بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان اپنے مال کو ضائع ہونے سے بچائے، یہ تو سبھی لوگ کرتے ہیں۔ ایک نہ ایک سطح پر ہر شخص کرتا ہے، لیکن دوسرے کے مال کی حفاظت بھی اپنی ذمہ داری سمجھی جائے اس پر بھی شریعت نے بہت زور دیا ہے، جس طرح ہر انسان کی عزت محترم ہے، اس کا مال بھی محترم ہے جس طرح ہر انسان کی عزت مقدس ہے اس کی جائز ملکیت بھی مقدس ہے اور ان سب کا احترام ہر عاقل بالغ انسان کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جا ن دے بیٹھے تو اس کو شہید کا درجہ دیا جائے گا۔ ”من قتل دون مالہ فھو شہید“ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوجائے اس کا درجہ شہید کا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت نے مال کو کتنی اہمیت دی ہے۔

مال کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی دیکھ بھال رکھی جائے اس میں سرمایہ کاری کی جائے، اس میں اضافے کی کوشش کی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس زمین ہوتو یا تو خود اس کوآباد کرے یا اپنے کسی بھائی کو دے دے جو اس کو آباد کرنے میں دلچسپی رکھتا ہو۔ ایک اور حدیث میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی یتیم کے مال کا متولی بن جائے تو اس مال کو تجارت میں لگا دینا چاہیے اس لئے کہ اگر اس کو خالی چھوڑ دیا تو ہر سال جب زکوۃ کی ادائیگی کرنی پڑے گی تو اس میں ڈھائی فیصد کمی آتی جائے گی اور جب تک یہ بچہ بڑا ہوگا، اس کے مال کا خاصا بڑا حصہ زکوۃ میں نکل چکا ہوگا مثلا بچہ اگر ایک سال کا ہے تو جب تک وہ پندرہ سال کا ہوگا تو ڈھائی فیصد کے حساب سے دیکھیں کتنا حصہ مال کا غالبا سینتیس فیصد کم ہو جائے گا، جب اس کا مال اس کو ملے گا تو اونے پونے ملے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کو تجارت میں لگا دیا جائے تجارت میں لگانے سے مال میں اضافہ بھی ہوگا، برکت بھی ہوگی اور پورا معاشرہ اس مال سے مستفید ہوگا۔

اس ہدایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت کی نظر میں تجارت اور سرمایہ کاری خود ایک پسندیدہ چیز ہے، شریعت کی نظر میں ہر وہ سرگرمی پسندیدہ ہے جس سے تجارت اور معاشی سرگرمی کو مہمیز ملے جس سے معاشی سرگرمی میں اضافہ ہو۔

مال کی حفاظت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ شریعت نے مال کے استعمال پر بعض حدود اور قیود عائد کی ہیں مثلا اگر کوئی شخص کم عقل ہو، بہت بے وقوف ہو تو اس وقت تک اس کا مال اس کو نہ دیا جائے جب تک اس میں سمجھ بوجھ پیدا نہ ہوجائے، یہ حکم براہِ راست قرآن پاک میں آیا۔

مذکورہ بالا مال کے نظریہ کی تفصیل سامنے رکھتے ہوئے موجودہ اسلامی بینکاری نظام میں جو طریقہائے تمویل بیان کئے گئے ہیں ان میں سے تمویل کا ایک اہم طریقہ شرکت متناقصہ ہے، ذیل میں مختصرا اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

موجودہ اسلامی بینکاری نظام کے طرق تمویل

موجودہ اسلامی بینکاری نظام میں جو طرق تمویل رائج ہیں وہ مختصرا درج ذیل ہیں:

اسلامی مالیاتی نظام بینکاری میں تین طرح فنانسنگ کی سہولت میسر کی جاتی ہے:

(الف) شراکت داری کی بنیاد پر جس کے تحت مندرجہ ذیل تین مصنوعات استعمال ہوتی ہیں

(۱) مضاربہ (۲) مشارکہ (۳) شرکت متناقصہ

(ب) خرید و فروخت اور تجارت کی بنیاد پر جس کے تحت مندرجہ ذیل مصنوعات رو بہ عمل لائی جاتی ہیں

(۱) مرابحہ (۲) سلم (۳) استصناع (۴) تجارۃ

(ج) کرایہ داری کی بنیاد پر استعمال میں آنے والی ایک مصنوع ہے اور وہ اجارہ ہے۔

موجودہ زمانہ میں اسلامی بینکاری نظام تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اور اس حوالہ سے بینکوں سے استفادہ کرنے والوں کیلئے مختلف مصنوعات(تمویل فنانسنگ کے طریقے) پیش کی جارہی ہیں جو ایک جانب سودی بینکوں میں پیش کی جانے والی مصنوعات کا شرعی متبادل ہیں دوسری طرف صارفین کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا ذریعہ بھی ہیں خاص طور پر شرکت متناقصہ/ مشارکہ متناقصہ ایک ایسی مصنوع (پراڈکٹ)ہے جس کا استعمال افراد، اداروں اور حکومتوں کیلئے یکساں طور پر قابل عمل ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ ایک ایسی قابل عمل پراڈکٹ ہے جو بیک وقت صارفین کی گھر جیسی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے ساتھ سواری اور اسی طرح کارخانہ داروں کیلئے مشینری،پلانٹ وغیرہ کی اہم ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے ایک آسان طریقہ انتخاب ہے۔

اسی طرح ریاستیں اپنے طویل المیعاد تعمیری اور دیگر منصوبوں کی تکمیل بھی اس مصنوع کے ذریعہ بسہولت انجام دے سکتی ہیں بلکہ اس وقت دنیا میں انجام دی جا رہی ہیں۔

اجمالی تعارف

”شرکتِ متناقصہ“ مشارکہ کی ایک خاص قسم ہے جو موجودہ اسلامی بینکاری نظام میں گزشتہ برسوں میں متعارف ہوئی ہے،اس شرکت میں اسلامی بینک اور صارف مل کر کسی جائیداد اثاثہ میں شراکت داری (Partnership) قائم کرتے ہیں شراکت داری قائم ہونے کے بعد تھوڑا تھوڑا کرکے خریدنا شروع کردیتا ہے، یہ شراکت”شرکۃ العقد“ (کاروباری مقصد کیلئے قائم کی جانے والی شراکت داری) اور ”شرکۃ الملک“ ذاتی ضرورت کیلئے قائم کی جانے والی شراکت داری) دونوں کے تحت ممکن ہے۔ عام طور پر بینک اس طریقے (شرکتِ متناقصہ) کو اجارہ کے ساتھ ملا کر گھر کی فراہمی کے لئے استعمال کرتے ہیں، اس طریقہ کار کے تحت سب سے پہلے بینک اور صارف گاہک معاہدہ شراکت داری (Musharakah Agreement)پر دستخط کرتے ہیں تاکہ مشترکہ ملکیت قائم کی جائے، اس مشترکہ ملکیت میں بینک اور صارف اپنی اپنی سرمایہ کاری کے تناسب سے مکان/ جائیداد میں شریک ہوتے ہیں جس میں عموما اسلامی بینک کا ملکیتی حصہ اکثر اور صارف کا قلیل ہوتا ہے پھر اگر صارف اس مکان کو رہنے کے لئے استعمال کرنا چاہے تو وہ بینک کے ساتھ مکان/جائیداد میں بینک کے حصے کو استعمال کرنے کے لئے اجارہ کرتا ہے جس کی رو سے وہ بینک کا حصہ استعمال کرکے اس کا کرایہ دیتا رہتا ہے، کرائے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ صارف ہر مہینے بینک کے حصہ میں سے، جسے بینک صارف کی سہولت کے لئے کچھ متعین مالیت کے چھوٹے حصوں میں تقسیم کردیتا ہے، جو یونٹ کہلاتے ہیں اور صارف تھوڑا تھوڑا حصہ یونٹ کی شکل میں خریدتا رہتا ہے اس طرح بینک کی ملکیت کم ہوتی جاتی ہے اور صارف کی ملکیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اسی حساب سے اس کا کرایہ میں حصہ بھی کم ہوتا رہتا ہے اور بالآخر صارف بینک کے پورے حصے کو خرید کر مکان / جائیداد کا مالک بن جاتا ہے۔

اگر خدانخواستہ کسی بھی ناگہانی آفت سے مکان جائیداد کو نقصان پہنچتا ہے تو ہر فریق اپنی ملکیت کے تناسب سے نقصان برداشت کرتا ہے۔اسلامی بینک یا اسلامی مالیاتی ادارے اپنے صارفین کیلئے ان کی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف شرعی متبادل بصورت مصنوعات پیش کرتے ہیں انہی مصنوعات میں سے صارفین کی گھر جیسی بنیادی ضرورت کی تکمیل کیلئے ابتداء میں شرکتِ متناقصہ کی مصنوع متعارف کرائی گئی اگرچہ اس کے علاوہ بھی جو مصنوعات اسلامی بینکوں میں رائج ہیں ان سے بھی مالکانہ طور پر گھر حاصل کرنے کی ضرورت پوری کی جاسکتی ہے لیکن چونکہ گھر ایک ایسی ضرورت ہے جس کیلئے خاصے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور عموماً گھر وغیرہ کی خریداری کسی فرد کا صرف اپنی ذاتی بچتوں سے کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے اس لئے عموما گھر کی خریداری کیلئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کیلئے ایک راستہ کسی سے قرضہ کا حصول بھی ہے تاہم انفرادی طور پر کسی سے ایسے بڑے سرمایہ کا حصول بطور قرض ایک بڑا اور دشوارمعاملہ ہوتا ہے اور اگر بالفرض یہ قرض مل بھی جائے تو پھر قرض کی واپسی مختصر مدّت میں کہیں زیادہ مشکل مرحلہ ہوتا ہے اس لئے اس مشکل کے حل کے لئے اسلامی بینکوں نے علماء کرام کی مشاورت سے مشارکہ متناقصہ کی پراڈکٹ مصنوع متعارف کروائی چونکہ یہ ایک طویل المدت معاملہ (بعض بینکوں میں ۲۵سال کیلئے) ہوتا ہے لہٰذا صارف پر وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ہوتا اور دوسری طرف بینک اپنا رأس المال مع نفع کے (کرایہ اور یونٹ فروخت کی قیمت کی صورت میں) اس مدّت میں وصول کرلیتا ہے چنانچہ اس پورے طریقہ کار کو شرکتِ متناقصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

بعد میں یہی شرکتِ متناقصہ گاڑیوں کی خریداری، مشینری، پلانٹ وغیرہ کی خریداری اور حکومتی ریاستی طویل المیعاد منصوبوں میں بھی استعمال کی جانے لگی۔

و صلی اللہ علی النبی الامی و علی آلہ و صحبہ و بارک وسلم

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حواشی

1. \* پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر،فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، کراچی یونیورسٹی، کراچی [↑](#footnote-ref-1)
2. نساء: 59 [↑](#endnote-ref-1)
3. الحدید:۷ [↑](#endnote-ref-2)
4. بلد: 11 - 17 [↑](#endnote-ref-3)
5. النساء: ۵ [↑](#endnote-ref-4)
6. نوح:۱۱ [↑](#endnote-ref-5)
7. العادیات: ۸ [↑](#endnote-ref-6)
8. تغابن: ۱۵ [↑](#endnote-ref-7)
9. منافقون: ۹ [↑](#endnote-ref-8)
10. نور:۳۳

    10عثمانی، مفتی محمدتقی ، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی پاکستان، ۲۰۰۸ء، ۲۴۸/۱; ۱۶۷۴/۲ ؛ ۱۰۷۵/۳

    11محمد شفیع، مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی پاکستان، ۲۰۱۸، ۴۹۹/۲ ؛ ۵۰۰/۲

    12البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری ، دار طوق النجاۃ، ۲۰۰۸ء، کتاب المظالم و الغصب باب من قاتل دون مالہ، حدیث رقم ۲۳۷۵

    13عثمانی، علامہ شبیر احمد، فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراتشی الباکستان، ۱۹۹۹ء ؛ ۲۰۰۰ء، ج۲ ص ۲۲۲ تا ۲۲۷

    14عثمانی، مفتی محمد تقی، فقہ البیوع علی المذاہب الاربعہ، مکتبہ معارف القرآن کراچی الباکستان، ۲۰۱۵ء

    15سرطاوی، الدکتور علی السرطاوی، المشارکۃ المتناقصۃ لتمویل الاصول الثابتۃ، البحوث و اوراق العمل، موتمر شوری الفقہی کویت، ۲۰۱۹ء، ص۵۱

    16الخفیف، دکتورعلی الخفیف، الملکیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ ، دار الفکر العربی مصر، ۱۹۹۶ء، ص۱۴ ؛ ۳۳ ؛ ۳۴

    17الزحیلی، دکتوروھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی و ادلتہ، دار الفکر، دمشق، سوریا، ۱۹۹۵ء، ص ۴۰ تا ۵۵

    18عبدہ، احمد ادریس، فقہ المعاملات، دار الہدی، الجزائر، ۲۰۰۰ء، ص۶ ؛ ۷ ؛ ۸

    19غازی، ڈاکٹر محمود احمد،محاضرات معیشت و تجارت، الفیصل، لاہور پاکستان، ۲۰۱۰ء، ص ۱۹۷ ؛ ۱۹۸ ؛ ۱۹۹

    20رحمانی، خالد سیف اللہ، جدید مالیاتی ادارے، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند انڈیا، ۲۰۱۴ء، ص ۵۵ ؛ ۵۶

    21عثمانی، مفتی محمد تقی، An Introduction of Islamic Finance، ادارۃ العارف کراچی پاکستان، ۲۰۰۶ء، ص۵۹

    22احمد، ڈاکٹر اعجاز ، اسلامی بینکاری اور تجارتی قوانین، زاویہ پبلیشر لاہور پاکستان، جنوری ۲۰۱۶ء، ص۲۹۵

    23عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ادارۃ المعارف کراچی پاکستان، ۲۰۰۱ء، ص۴۰ ؛ ۴۱ ؛ ۴۲

    24عثمانی، ڈاکٹر محمد عمران، شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ادارۃ المعارف کراچی پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۱ [↑](#endnote-ref-9)